شوال کے چھ روزے

تحریر: جناب مولانا حافظ عبدالستار الحماد فاضل مدینہ یونیورسٹی

(من صام رمضان ثم أتبعه ستاًمن شوال کان کصیام الدهر)[صحیح مسلم کتاب الصیام] ''جس نے رمضان کا مہینہ بحالت روزہ گزارا پھر ماہ شوال کے چھ روزے رکھے اسے سال بھر کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔''

اس حدیث میں رمضان المبارک کے بعد ماہ شوال کے چھ روزوں کی مشروعیت اور فضیلت بیان ہوئی ہے۔ایک دوسری روایت میں اس عمل کو سال بھر کے ثواب کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ (راوی حدیث) حدیث بیان کرتے ہیں کہ (قلت بکل یوم عشرة قال نعم)[ترغیب:۲/۱۱۰] ''میں نے دریافت کیا کہ ایک دن کا روزہ دس دنوں کے برابر ہے۔تو آپؐ نے فرمایا: ہاں''

حضرت ثوبانؓ کی روایت میں اس کی مزید وضاحت ہے۔فرمان نبوی ﷺ کے الفاظ یہ ہیں:

(صیام رمضان بعشرة أشهر وصیام ستة أیام بشهرین فذالک صیام السنة)[ابن خزیمہ:۲/۲۹۸] ''ماہ رمضان کے روزے دس ماہ کے برابر ہیں اور اس کے بعد چھ دن کے روزے دو ماہ کے مساوی ثواب رکھتے ہیں۔اس طرح یہ سال کے روزے ہوئے۔''

حضرت جابرؓ سے روایت کے الفاظ یہ ہیں: (من صام رمضان و ستاً من شوال فکانما صام السنة کلها)[مسند امام احمد:۳/۳۲۴] ''جس نے ماہ رمضان کے مکمل اور ماہ شوال کے چھ روزے رکھے اس نے گویا تمام سال کے روزے رکھے۔''

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ان چھ روزوں کی ایک دوسری فضیلت بھی بیان ہوئی ہے۔الفاظ یہ ہیں: (من صام رمضان وأتبعه ستاًمن شوال خرج من ذنوب کیوم ولدته امه)[ترغیب:۲/۱۱۱] ''جس نے ماہ رمضان روزوں سے گزارا اس کے بعد ماہ شوال کے چھ روزے رکھے۔وہ گناہوں سے یوں پاک ہوجاتا ہے۔گویا آج ہی شکم مادر سے پیدا ہوا ہے۔''

اس طرح حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت براء بن عازبؓ سے بھی ماہ شوال کے چھ روزوں کے متعلق احادیث مروی ہیں۔ واضح رہے کہ ان چھ روزوں کا آغاز عیدالفطر کے بعد کیا جائے۔ کیونکہ عید کا روزہ رکھنا منع ہے۔ اس کے علاوہ احادیث میں اس کی وضاحت بھی موجود ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(من صام ستة أيام بعد الفطر كان تمام السنة)[ابن ماجہ، کتاب الصیام] ''جس نے عیدالفطر کے چھ روزے رکھے اس نے گویا پورے سال کے روزے رکھے۔ بہتر ہے کہ یہ روزے عید کے بعد مسلسل رکھ لئے جائیں۔ تاہم متفرق طور پر ماہ شوال میں رکھنے کی بھی گنجائش ہے۔'' [مغنی ابن قدامہ:۳/۱۷۴]

مذکورہ بالا احادیث کے پیش نظر بیشتر محدثین اور ائمہ کرام نے ان روزوں کی مشروعیت سے اتفاق کیا ہے۔ البتہ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ سے ان روزوں کے متعلق کراہت منقول ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ خود فرماتے ہیں کہ ''میں نے کسی اہل علم کو یہ روزے رکھتے نہیں دیکھا اور نہ ہی مجھے ان کے متعلق اسلاف کا کوئی طریق (عمل) پہنچا ہے۔ بلکہ اہل علم انہیں مکروہ سمجھتے ہیں اور ان کے بدعت ہونے کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ نیز یہ بھی خطرہ ہے کہ بعض نادان اپنی جاہلیت کی وجہ سے رمضان کے ساتھ ایک ایسی چیز کا الحاق کر دیں گے جو اس سے نہیں ہے۔'' [موطا امام مالک مع تنویر الحوالک:۲۲۸]

جہاں تک بدعت ہونے کا تعلق ہے تو یہ ایک بے بنیاد خیال ہے۔ کیونکہ متعدد صحابہ کرامؓ سے ان کی مشروعیت مروی ہے۔ باقی رہا امام مالکؒ کا یہ کہنا کہ میں نے کسی اہل علم کو اس پر عمل کرتے نہیں دیکھا۔ تو اس کے متعلق علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ اگر لوگ سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیں تو اس کا یہ طریق (عمل) ترک سنت کیلئے دلیل نہیں بن سکتا۔ [نیل الاوطار:۴/۳۲۲]

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جب سنت پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اسے اس بناء پر نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ لوگ اس پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ [نووی:۱/۳۶۹]

عین ممکن ہے کہ ان روزوں کی مشروعیت سے متعلق مروی حدیث امام مالکؒ کو نہ پہنچی ہو یا وہ اسے صحیح نہ سمجھتے ہوں۔ [بدایۃ المجتہد:۱/۳۰۹]

اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کا دفاع کرتے ہوئے بعض احناف نے ان روزوں کی ''کراہت'' کی وجوہات

بیان کی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

☆ ان روزوں کو زمانہ بھر کے روزے رکھنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حالانکہ ہمیشہ روزہ رکھنے سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا۔ چنانچہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو آپؐ نے فرمایا: (لا صام ولا أفطر) [صحیح مسلم کتاب الصیام] جو ہمیشہ روزے سے رہتا ہے اس نے نہ روزہ رکھا اور نہ افطار کیا۔ یعنی اس کے روزہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

یہ اعتراض اس لئے بے بنیاد ہے حدیث میں صرف ثواب کو تشبیہ دی گئی ہے۔ بلاشبہ ہمیشہ روزہ رکھنا منع ہے۔ لیکن جو فی الحقیقت ایسا نہیں بلکہ اجر و ثواب کے لحاظ سے اسے صیام الدھر کہا گیا ہے۔ وہ نہی میں شامل نہیں ہے۔ جیسا کہ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنے کے متعلق بھی یہی فضیلت حدیث میں مروی ہے۔ [نسائی وغیرہ]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اکثر مداومت کرنے سے عوام میں اس اعتقاد کے ابھرنے کا اندیشہ ہے کہ یہ بھی ضروری ہیں۔ اس اعتراض کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ کیونکہ عاشوراء اور عرفہ کے روزے بھی اس خود ساختہ اصول کی زد میں آجاتے ہیں۔ پھر جب ایک چیز سنت سے ثابت ہو تو اس کے متعلق اس طرح کے اندیشہ ہائے دور دراز کا اظہار درست نہیں ہے۔

واضح رہے کہ اگرچہ امام ابو حنیفہؒ نے ان کے متعلق کراہت کا اظہار کیا ہے اور اس کو بنیاد بنا کر دور حاضر کے نظام ربوبیت کے علمبردار قومی اخبارات میں شکوک و شبہات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ لیکن متاخرین نے امام موصوف کے اس موقف سے اتفاق نہیں کیا۔ بلکہ واضح طور پر ان کے استحباب کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے: (یکرہ صوم ستة من أیام عند ابی حنیفةؒ متفرقاً او متتابعًا وعن ابی یوسفؒ کراھة متتابعا لا متفرقا ولکن عامة المتاخرین لم یرو به بأساً وان صح انه لا بأس به) [فتاویٰ عالمگیری: ۲۰] ''امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شوال کے چھ روزے مسلسل یا متفرق طور پر رکھنے مکروہ ہیں۔ امام ابو یوسفؒ صرف مسلسل رکھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ متفرق طور پر نہیں۔ لیکن عام متاخرین احناف کے نزدیک ان کے متعلق کوئی حرج نہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''

مختصر یہ ہے کہ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں اور ان کے متعلق جملہ شکوک و شبہات بے بنیاد ہیں۔